

پروفیسر عبداللہ ملک۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

اموال تجارت اور زکوٰۃ

آج ہمارے ملک میں نظام زکوٰۃ کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ہر صاحب زکوٰۃ زکوٰۃ ادا کرے تو کوئی غریب نظر نہ آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی پر زکوٰۃ فرض نہیں جب تک اس پر پورا سال نہ گزر جائے۔

۶۔ مال قرض سے پاک ہو۔ اگر کسی کے ذمہ مالدار کا قرض ہو اور اس کی وصولی کے تمام امکانات مثلاً تحریر و گواہان وغیرہ موجود ہوں اور بذریعہ عدالت بھی اس کی وصولی ممکن ہو تو جب وصول ہو جائے۔ اس میں سے پہلے تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

اموال زکوٰۃ کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) اموال ظاہرہ

جیسا کہ ان کے نام سے ہی وضاحت ہو رہی ہے کہ یہ ایسے مال ہوتے ہیں جو ظاہر ہوں۔ دیگر لوگ اور احکام بھی ان کے متعلق جانتے ہوں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ لہذا اس قسم میں زرعی زمینوں کی پیداوار شد کی پیداوار ہر طیکہ اسے کاروبار کے طور پر اختیار کیا جائے۔ جنگل میں چرنے والے حیوانات اونٹ۔

(ب) اموال باطنہ

ان میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں۔

نہ ہوں۔ مطالعہ کی کتب اور استعمال کے اوزار وغیرہ۔

۳۔ مال میں نمونے یعنی بڑھنے کے صفات پائی جاتی ہو۔ یہ خونی جنگل میں چرنے والے حیوانات، سونا اور چاندی، نقد، کھیتوں اور باغات کی پیداوار، معدنیات، زمینوں اور اموال تجارت میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ مال پر مسلمان کے قبضہ میں رہتے ہوئے پورا سال (12 ماہ) گزر جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ

اموال زکوٰۃ

صرف وہی مال قابل زکوٰۃ ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔
۱۔ وہ مال کسی مسلمان کی مکمل ملکیت ہو۔ کیونکہ جس مال کا کوئی مسلمان مالک نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔
۲۔ مال بقدر نصاب ہو۔ نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔

۳۔ مال ضروریاتِ اصلیہ - Basic Needs سے زائد ہو۔ لہذا ایسی اشیاء جو بنیادی ضروریات زندگی سے متعلق ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل اشیاء

ضرورت کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ذاتی رہائشی مکان، اپنے کپڑے، گھریلو استعمال کے برتن، سواری کے جانور اور دیگر سواریاں

ذاتی استعمال کا اسلحہ، اشیاء خوردنی جو اپنے اور اہل خانہ کے لئے ہوں۔ تزئین و آرائش کی چیزیں ہر طیکہ سونے اور چاندی کی بنی ہوئی

وسلم لا زکاة فی مال حتی یحول علیہ الحول۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

استعماری طاقتوں نے مسلمانوں کے تارپود بکھیر کر اپنی تہذیب کو تعلیم، قانون، تمدن، اخلاقیات، مذہب، عائلی زندگی، سیاست، معیشت، غرضیکہ ہر شعبے کے ایک ایک گوشے میں داخل کیا۔

جنہیں پوشیدہ رکھنا ممکن ہو۔ مثلاً سونا چاندی، نقد روپیہ اور گوداموں میں رکھا ہوا تجارت کا مال وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں رائج اوزان موجودہ زمانے کے مروج پیمانوں سے مختلف تھے۔ اس زمانے میں مثقال اور اوقیہ مروج تھے۔ سونا اس زمانے میں دینار میں استعمال ہوتا تھا اور چاندی درہم کے لئے۔ موجودہ دور میں یہ سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔ اس لئے ماہرین نے آج کل کے اوزان کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ساڑھے سات تولہ سے کم مقدار یا اس مالیت کی نقدی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ چاندی کے لئے یہ مقدار ساڑھے باون تولہ ہے۔ اموال باطنہ پر زکوٰۃ ادا کرنا خود افراد کے ذمہ ہے۔ سرکاری حکام جبراً وصول کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں مکمل تفصیل خود مال کے مالک کو معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کسی نے دوسروں کی امانت اپنے پاس رکھی ہو یا مکمل سال نہ گزر رہا ہو۔

مسلمان استعماری طاقتوں کے زیر نگیں آگئے۔ ان طاقتوں نے مسلم معاشرے کے تار و پود بکھیر کر اپنی تہذیب کو 'تعلیم'، 'قانون'، 'تمدن'، 'اخلاقیات'، 'مذہب'، 'عائلی زندگی'، 'سیاست'، 'معیشت'، 'غرضیکہ ہر شعبے کے ایک ایک گوشے میں داخل کیا۔ اسلامی ممالک حکومتی سطح پر اور افراد انفرادی سطح پر اس تہذیب سے آج بھی نبرد آزما ہیں۔

کمپنیوں کے حصص اور سرٹیفکیٹ

پر زکوٰۃ

کمپنیوں کے حصص داران اپنے اصل

اور منافع دونوں پر زکوٰۃ دیں گے۔ اس کا حساب اس طرح کیا جائے گا کہ ان کے حصص کی رقم کا وہ حصہ جو کمپنی کی تجارت و آلات حرفہ یا مشینوں پر خرچ کیا گیا وہ اصل میں منہا کر دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص نے 30,000 کا حصص خریدا۔ جس میں سے 2000 روپے عمارت اور آلات کی خریداری پر کمپنی نے لگائے اور باقی 28000 روپے کا کاروبار کیا۔ سال کے بعد 3000 روپے نفع آیا تو زکوٰۃ 31000 روپے پر ہوگی۔ اس کی مساوات اس طرح نئے گی۔ (زکوٰۃ = اصل + نفع عمارت و آلات پر اخراجات وغیرہ)

حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سامان پر کوئی زکوٰۃ نہیں، سوائے اس مال کے جو تجارت کے لئے ہو۔

اس نے اپنے اس روپے کو کمپنی کے کاروبار میں لگا رکھا ہے تو اس سے اس کے حصے کی مالیت کے لحاظ سے انفرادی طور پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ بلکہ کمپنی سے تجارتی زکوٰۃ کے قواعد کے مطابق تمام ایسے حصص داران کی زکوٰۃ اکٹھی لی جائے گی۔ جن کو زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل قرار دیا گیا ہو۔ کمپنی کی زکوٰۃ کا حساب لگانے میں مشینری، مکان اور فرنیچر وغیرہ عوامل پیدائش کو مستثنیٰ Exempted قرار دیا جائے گا۔ اس کے باقی ماندہ املاک جو اموال تجارت پر مشتمل ہوں اور اس کے خزانہ کی رقم جو ختم سال پر موجود ہو۔ ان سب پر زکوٰۃ لی جائے گی اور اگر کمپنی کا کاروبار اس نوعیت کا ہو تو اس کی سالانہ آمدنی کے لحاظ سے اس کی مالی حیثیت تشخیص Assess کی جائے گی اور اس پر زکوٰۃ لگادی جائے گی۔

مولانا مودودی نے اس امر کی یوں وضاحت کی ہے کہ تجارتی حصص کی زکوٰۃ اس اصول پر نہیں نکالی جائے گی کہ گویا حصے کی رقم آپ کے پاس جمع ہے اور آپ جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ نکال رہے ہیں۔ بلکہ ان کی زکوٰۃ تجارتی مال کی زکوٰۃ کے اصول پر نکالی جائے گی۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ کاروبار شروع ہونے کی تاریخ پر

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جملہ اقسام کی زکوٰۃ بیت المال کے وسائل آمدن میں سے ایک ذریعہ تھا۔ جس سے مملکت کے معاملات چلائے جاتے تھے یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ خلفاء راشدین کے دور میں اس میں بعض مفید اضافے ہوئے۔ اس کی تحصیل کے لئے باقاعدہ شعبے قائم ہوئے۔ اخراجات کی مدوں کا باقاعدہ مطالعہ کر کے ان میں تبدیلیاں کی گئیں۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی ان مدت کو ختم کیا گیا۔

خلفاء راشدین کے دور کے بعد اموی اور عباسی حکمرانوں کے عہد اقتدار میں بھی زکوٰۃ کا نظام کسی نہ کسی شکل میں چلتا رہا۔ حتیٰ

(البقرة: ۳۶۷)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جو تم محنت کر کے کماتے ہو۔ اور اس میں بھی جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں۔

طبری نے حضرت مجاہد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ”من طيبات ما كسبتم.“ سے مراد ہے جو کچھ تجارت کے لئے کماد ہی رائے حسن بصری، ابو جبر حباص، ابن الصری اور امام رازی کی ہے۔ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

”ظاهر الرواية يدل على وجوب الزكاة في كل مال يكتسبه الانسان فيدخل فيه زكاة التجارة.“

اس آیت کا ظاہر مفہوم اس مال پر زکوٰۃ کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو انسان کماتا ہے۔ اس میں اموال تجارت پر زکوٰۃ شامل ہے۔

اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت میں ذکر ہے کہ: ”خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكهم بها.“ ان کے مالوں سے صدقہ یعنی زکوٰۃ وصول کیجئے۔ اس کے ذریعے انہیں پاکیزہ مائیے۔

یہ حدیث شریف بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

”عن سمرة بن جندب قال كان رسول الله صلى الله

اموال تجارت پر زکوٰۃ

Articles of Trade

اموال تجارت کے لئے فقہ کی کتابوں میں ”عروض التجارة“ کا نام مستعمل ہوتا ہے۔ اس سے مراد سونا و چاندی کے سوا تمام وہ سامان ہے جو تجارت کی نیت سے خرید اور بیچا جائے۔ یہ سامان آلات، مشینری، کپڑوں، اشیاء، خوردنی، زیور، حیوانات، درختوں، آراضی، گھروں، تجارتی حصص (Securities) اور سامان سرمایہ (Capital Goods) پر مشتمل ہے۔

اموال تجارت کا نصاب وہی ہے جو نقد کا ہے۔ یعنی اگر سال گزرنے کے بعد کسی تاجر کا مجموعی مال اور نقد سرمایہ لا کر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس سے 1/2-2 فیصدی شرح سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اس پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔ قرآن مجید سے اس کا ثبوت یوں ملتا ہے۔

جب ایک سال گزر جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پاس تجارتی مال کس قدر موجود ہے اور وہ کسی مالیت کا ہے اور نقد روپیہ کتنا ہے۔ دونوں کے مجموعے پر اڑھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اس قاعدے پر دیکھا جائے گا کہ کمپنی یا کمپنیوں میں آپ کے جو حصے ہیں اس وقت بازاری قیمت (Market Value) کے لحاظ سے ان کی قیمت کیا ہے؟ سال کے دوران خواہ کتنی ہی مرتبہ پہلا حصہ فروخت کر کے دوسرا خرید لیا ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب پہلا حصہ خرید اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا اور سال کے خاتمہ پر حصوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ کا تعین ہوگا۔

اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آپ کے پاس نقدی کس قدر موجود ہے۔ دونوں کے مجموعے پر 1/40 کی شرح سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

سرنٹیلیٹ، دراصل بینک، کمپنی یا حکومت پر قرض کی ایک رسید ہوتی ہے۔ جس میں حامل زمین موبل (قرض جس کی مدت

زکوٰۃ کے معاملہ میں تمام تاجر برابر ہیں خواہ وہ کارخانہ دار ہوں یا دستی کھڈی والے، چھابڑی والے ہوں یا سونے کے بیوپاری، بڑے شہر کے تجارتی مراکز کے مالک ہوں یا پرچون فروش، نفع کمانے والے ہوں یا نقصان اٹھانے والے۔

متعین ہو) کا مالک ہوتا ہے کہ جب تک یہ مدت قرض پوری ہوگی۔ رقم اس کے پاس آجائے گی اور اس وقت اگر سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ واجب

”يا ايها الذين امنوا انفقوا

من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض.“ (سورة

متعین ہو) کا مالک ہوتا ہے کہ جب تک یہ مدت

قرض پوری ہوگی۔ رقم اس کے پاس آجائے گی

اور اس وقت اگر سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ واجب

عليه وسلم يامرنا ان نخرج مما
نخذ للبيع“

حضرت سمرہ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس مال میں سے زکوٰۃ نکالیں جسے ہم تجارتی مال شمار کرتے تھے۔ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

”عن ابی ذر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الابل صدقتها و فی الغنم صدقتها و فی البز صدقتها۔“

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اونٹوں میں زکوٰۃ ہے۔ بھیڑ بھڑیوں میں زکوٰۃ ہے اور کپڑے میں زکوٰۃ ہے اس حدیث مبارکہ میں ”فی البز صدقة“ تجارتی مقاصد کے لئے خریدے گئے کپڑے میں زکوٰۃ اور دیگر تجارتی سامان میں زکوٰۃ کا ثبوت ملتا ہے۔

آثار صحابہ رضوان اللہ اجمعین اور تابعین کی چند مثالیں قابل توجہ ہیں۔

۱۔ ”عن عبد القاری (من قبيلة القارة) قال كنت على بيت المال زمن عمر بن الخطاب وكان اذا خرج الحطاء جمع اموال التجار ثم حسبها شاهدھا وغائبھا ثم اخذ الزكاة من شاهد المال على الشاهد والغائب۔“

قبیلہ قارہ کے ایک شخص عبد القاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں حضرت عمرؓ کے عہد میں بیت المال پر مامور تھا۔ جب وظائف دینے کا وقت آیا تو آپ تاجروں کے

اموال اکٹھے کرتے اور ان کے کھلے چھپے (اموال) سب کا حساب لگاتے پھر ظاہر اور خفیہ اموال سے زکوٰۃ لیتے۔

۲۔ ”دوی ابو عبیدہ عن ابن عمر لیس فی الصروض زکاة الا ان تكون لتجارة۔“

ابو عبیدہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سامان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ سوائے اس مال کے جو تجارت کے لئے ہو۔

”قال عبید فی اموال التجارة اجمع المسلمون علی ان الزکاة فرض واجب منها۔“

ابو عبیدہؓ قاسم بن سلام نے اموال تجارت کے متعلق لکھا ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان میں زکوٰۃ فریضہ واجب ہے۔

وضاحت:- اموال زکوٰۃ تجارت پر زکوٰۃ کے مختلف مسائل کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

۱۔ مال تجارت صرف وہی ہوگا جو تجارتی مقصد کے لئے خرید گیا ہو۔ اگر مال ذاتی استعمال کے لئے خرید مگر بعد میں تجارت کی غرض سے بچنے کے نیت کی تو یہ نیت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا۔ یعنی جب وہ فروخت کرنا شروع کرے گا اس وقت یہ مال تجارت بن جائے گا اور اس وقت کے بعد اگر سال بھر یہ مال رہا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

۲۔ مشینیں، آلات کارخانہ اور زرعی آلات مثلاً مل، سیمل، ٹریکٹر، تھریشر وغیرہ درزی کی مشینیں اور دیگر پیشوں کے آلات کار

اموال تجارت نہیں ہیں۔ لہذا ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ مکانات اور کارخانوں کی عمارت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ تاہم مکانوں کے کرایوں سے حاصل شدہ رقم اگر سال بھر رہے اور چاندی کے نصاب کے بعد رہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ یہی مسئلہ برتنوں، شامیانوں، سائیکلوں اور فرنیچر وغیرہ کے لئے ہے۔

گو کارخانوں اور ملوں وغیرہ کی مشینوں اور آلات پر زکوٰۃ نہیں مگر ان سے جو مال تیار ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ اسی طرح کارخانہ یا مل میں جو مال مصنوعات تیار کرنے کے لئے رکھا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ تیار اشیاء اور خام مال سب کی قیمت بازاری نرخوں سے لگا کر اس پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ہوگی۔ بشرطیکہ ان کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو جائے۔

۳۔ کارخانوں، فیکٹریوں اور ملوں کے حصص (Shares) پر سال کے اختتام پر زکوٰۃ ان حصص کی بازاری قیمت پر لگائی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔ البتہ کمپنیوں اور کارخانوں وغیرہ کا فرنیچر آلات اور مشینیں وغیرہ کی قیمت بھی حصص میں شامل ہوتی ہے۔ جو درحقیقت زکوٰۃ ہے۔ مستثنیٰ (Exempted) میں لہذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان کی قیمت حصص کی مجموعی قیمت میں سے تہا کر دی جائے گی۔ اگر باقی مجموعہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ دی جائے گی ورنہ نہیں۔

۴۔ اگر کسی تاجر کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ اور مال تجارت ہے مگر ان میں کوئی بھی انفرادی طور پر نصاب کو نہیں پہنچتا تو اس پر زکوٰۃ